علوم و معارف —— مسلمانوں کی میراث

نسیم سحر صمد☆

Abstract

How much Islam stresses on learning may be assessed by the first revelation of the holy Qur'an which begins with Read in the name of your Lord. It is the direct injunction and encouragement of the Qur'an which inspires the Muslims to excel in knowledge. Moreover, learning is considered to be a form of worship in Islam.

The annals of history reveal that the Muslim Ummah emerged as the sole torch bearers of learning and scholarship. They dedicated their lives for the sacred cause of acquiring and spreading knowledge. Their scholarly contributions are acclaimed by the non Muslims as well, which is a true homage to their achievements in different fields of knowledge. The article theorizes that the Muslims are the true inheritors of knowledge.

جزیرۃ العرب میں زمانہ جاہلیت کے دوران عربوں کے نمایاں خصائص میں یہ بات شامل تھی کہ مرکزی حکومت کا فقدان تھا۔ درشتی اور اکھڑ پن کے ساتھ ساتھ علمی جہالت بھی موجود تھی۔ علوم کی جو چند شاخیں بمقتضائے حالات مروج تھیں وہ سینہ بہ سینہ ہی روایت ہوتی تھیں اور علمی نشر و اشاعت کے لیے کچھ معقول انتظامات نہ تھے۔ مزید برآں رنجشوں اور عداوتوں کے تناظر میں باہمی قتال اور خونریزی نے فضاؤں کو مسموم کر رکھا تھا۔ اور ایسے جنگجو یانہ ماحول میں

☆ صدر شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

فکری سرگرمیوں کا پنپنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس صحرائی و ریگستانی علاقے میں طلب معاش ایک مشکل کام تھا۔ امن وسکون کے فقدان کی بنا پر تعلیم و تعلم کی روایت کے مستحکم ہونے کے امکانات معدوم تھے۔ سماوی رشد و ہدایت سے محرومی بھی علمی سرگرمیوں کی نشر و اشاعت میں کمی کا ایک اہم سبب تھی یوں کہ دینی سرمایہ ان صداقتوں اور حقائق سے مملو ہوا کرتا ہے جس سے علم کے دھارے خود ہی پھوٹ پڑتے ہیں۔ فروغ علم کے لیے وسائل کی کمی بھی ایک اہم محرک تھا۔ چناں چہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس دور میں اگر کچھ لوگ علمی سرگرمیوں کے لئے مصروف تھے تو وہ محض ذاتی شوق و جذبہ کے تحت ہی منظر عام پر آئے ورنہ تحریض و ترغیب کے کچھ زیادہ عوامل اور محرکات موجود نہ تھے۔ لیکن اسی تناظر میں جب رسول کریم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ مبعوث ہوئے تو رسالتی حقیقت نے ان کے مزاج کو تبدیل کر دیا۔ فکر ونظر کے زاویے بدل گئے۔ جزیرۃ العرب کے انہی ساکنان کو حصولِ علم و ادب کی ایسی لذت بخشی کہ یہ جاہل کہلانے والے عرب لوگ آنے والے ادوار کے مسلمانوں کے امام بن گئے۔ جس قدر جاہلت کے رویوں کے حامل تھے اسی قدر تعلیم و تعلم کی سرگرمیوں میں منہمک ہو گئے۔ دین اسلام کی نمایاں خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس کی تعلیمات میں ان مسائل پر زیادہ توجہ دی گئی جو اس وقت کے معاشرے میں لوگوں کو درپیش تھے۔ دین اسلام علم سیکھنے اور سکھانے کی اہمیت اور فضیلت کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ جہالت کے ہر مظہر کو جڑ سے اکھیڑنے کے لئے متحرک تھا تا کہ مستقبل میں لوگوں کے اذہان سے پراگندگی افکار کی بجائے علم و ادب کے سوتے پھوٹیں۔ جو ابد تک اہل عالم کو سیراب کرتے رہیں۔ اور حقیقتاً ایسا ہی ہوا کیونکہ مشیت الٰہی یہی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے آخری رسول اور داعی آنحضرت ﷺ کی تبلیغ اور روحانی سرمایہ کا نقطہ اولین تعلیم و تعلم کے فروغ کو قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ. الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ. (۱)

گویا وحی کے ذریعے جس حقیقت کو اجاگر فرمایا گیا وہ علم کے موضوع پر محیط تھا۔ اس میں اللہ عزوجل نے یہ وضاحت فرما دی کہ ہم نے انسان کو قلم سے تعلیم دی۔ اور اس کو وہ علم دیا جس کو وہ نہ جانتا تھا۔ رسول کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی یہی متعین فرمایا گیا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ(۲)

یعنی آپ ﷺ کو نبوت و رسالت کے اعزاز و تکریم سے سرفراز کرنے کا مقصد ہی کتاب و حکمت کی تعلیم اور تزکیہ باطن تھا۔ بنظر غائر دیکھا جائے تو علم ہی وہ خوبی اور وصف ہے جو نوع بشر کو اشرف المخلوقات کے اعزاز سے متصف کرنے کا باعث بنا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے ضمن میں وضاحت فرمائی:

وعلّم اٰدم الاسماء کلّها.(۳)

علّام الغیوب اور ربّ العالمین نے آدم علیہ السلام کو جاننے اور آگہی کے وصف سے متصف فرمایا۔ انسان کے علم کی صورت یہی ہے کہ وہ ناموں کے ذریعے اشیاء کا علم حاصل کرتا ہے۔ اسے ذہنی گرفت میں لاتا ہے۔ اس لئے اس کی معلومات اشیاء کے اسماء اور متعلقہ خواص پر مشتمل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جو نام سکھائے درحقیقت وہ علم و آگہی اور ادراک کی کیفیت کے ہی آئینہ دار ہیں۔ علم کی یہی وہ فضیلت و برتری تھی جس سے متصف ہونے کی بناء پر آدم علیہ السلام انسانیت کی نوع کے اول نمائندہ ہونے کی حیثیت میں مسجود ملائک کے شرف و فضیلت سے سرفراز ہوئے اسی وصفِ خاص سے متصف ہونے کی بنا پر اس کو نیابتِ الٰہیہ کے فرائض کی ادائیگی کی پابند بنایا گیا۔ علمی امتیاز کی بناء پر ہی انسان کو ان عملی تصرفات سے نوازا گیا، جن کے تحت کائنات اس کے لئے مسخر ہو کر رہ گئی۔ ہبوطِ ارضی کے ساتھ ہی نبوت و رسالت

کے جس سلسلے کے آغاز کی نوید و بشارت عطا ہوئی وہ درحقیقت انسان کو جہالت و گمراہی سے بچاتے ہوئے حقیقی علم و معرفت اور تزکیہ باطن سے مزین کرنے کی ہی ایک کڑی تھی۔ اسی سلسلہ رسالت و نبوت کی تکمیل حضور پرنور رسول کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر ہوئی آپؐ نے انسانیت کو جہالت سے نکال کر علم و معرفت کی ضیاء پاشیوں سے منور کیا۔ اور تعلیم و تعلم کے وہ تمام اجر و ثواب وضاحت سے بیان فرما دیئے جن کا مستحق حصول علم کی سرگرمیوں میں مصروف رہنے والا ہو سکتا ہے۔ حصول علم کی جزا کی نشاندہی کا ایک مقصد حصولِ علم کی ترغیب و تشویق کا محرک ہونا بھی ہے۔ طلب علم کو حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کے لئے باعث فضیلت قرار دیا۔ باہمی تعلیم و تعلم کی روایت کو فروغ دینے کے لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من دلّ علی خیر، فله مثل اجر فاعله(۴)

من طلب العلم فادرکه کان له کفلان من الاجر فان لم یدرکه کان له کفل من الاجر.(۵)

طلب علم جو جزا و اجر کثیر کا حامل عمل قرار دیا گیا، سے مراد اس کی تمام مثبت انواع و اقسام ہیں، جن میں سے دینی علوم کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ انسان کی دنیوی اور اُخروی نجات اور فلاح کا دارومدار اس پر ہے۔ رسول کریم سے مروی اس روایت

فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم (٦)

کی وضاحت میں فیوض الباری کے مولف رقمطراز ہیں کہ اس حدیث میں عالم سے مراد وہ شخصیت ہے جو اپنے علم کو چھپاتے نہیں ہے جو بلکہ مخلوقِ خدا تک پہنچاتے ہیں اور عابد سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرائض و واجبات کے علاوہ عباداتِ نافلہ میں اپنے لیل و نہار بسر کرتے ہیں۔ اور منکرات و معاصی سے بچتے ہیں حتی کہ مشتبہات سے بھی۔ لیکن اس کے باوجود فرمایا جاتا ہے کہ مبلغ اسلام کا درجہ اور رتبہ عابد سے بہر صورت زیادہ ہے۔ تو اس فضل عظیم کی بنیاد اور علت یہی ہے کہ

عابد عبادت میں اپنے لیل و نہار کو صرف کر کے اپنی ذات کے لئے فلاح و نجات مہیا کرتا ہے۔ جبکہ عالم کے چراغِ علم سے بے علموں کو صراط مستقیم پر چلنے کا موقع ملتا ہے۔ وہ دین کی تبلیغ و اشاعت کر کے معاشرہ میں پھیلی ہوئی تاریکی کو چھانٹا ہے۔ غرض کہ اس حدیث مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو اعمال انفرادی تزکیہ و فلاح کا ذریعہ ہوں وہ اپنی مقدار کے اعتبار سے خواہ کتنے ہی کثیر ہوں، مگر ان سے بدرجہا بہتر وہ اعمال و افعال ہیں جن سے اجتماعی و عمومی منافع حاصل ہوں۔(۷)

نبی آخر الزماںؐ نے فرمایا:

ان العلماء ورثة الانبیاء، ان الانبیاء لم یور ثوا دیناراً ولادرهما،
واورثوا العلم، فمن اخذه اخذ بحظ وافر.(۸)

علم اور علما کی شان اور فضیلت کو اس سے بہترین پیرایہ میں شاید ہی کوئی بیان کر سکے۔ جب علم انبیا کی میراث ہوئی تو اس سے علم اور علما کی فضیلت اسی طرح واضح ہوگئی جیسے نبوت سے آگے کوئی فضیلت انسانیت کے مقدر میں نہیں ہے۔ اسی طرح وراثتِ نبوت میں سے اخذ علم سے بہتر کوئی شرف نہیں ہو سکتا۔ اور یہ فضیلت نفس علم کی وجہ سے ہی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی حدیث میں بیان کیا گیا کہ آپ ﷺ کا گذر دو مجلسوں سے ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

کلاهما علی خیر وأحدهما أفضل من صاحبه أمّا هؤلاء فیدعون
الله ویرغبون الیه فإن شاء أعطاهم وإن شاء منعهم ، وأمّا هؤلاء
فیتعلّمون الفقه والعلم ویعلمون الجاهل فهم أفضل وانما بعثت
معلماً [قال] ثم جلس فیهم.(۹)

تعلیم و تعلم کی فضیلت کے بیان میں رسول کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ میں تمثیلی انداز میں علم کی اہمیت واضح فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

مثل ما بعثنی اللّٰہ من الھدی والعلم کمثل الغیث الکثیر أصاب ارضاً فکان منھا طائفۃ نقیۃ قبلت المآء فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت منھا أجادب ، أمسکت المآء فنفع اللّٰہ بھا الناس فشربوا وسقوا وزرعوا، وأصاب منھا طآئفۃ اخری إنّما ھی قیعان لا تمسک مآءً ولا تنبت کلأً، فذلک مثل من فقہ فی دین اللّٰہ ونفعہ اللّٰہ ما بعثنی اللّٰہ بہ فعلم و علّم ، ومثل من لم یرفع بذلک راسًا ولم یقبل ھدی اللّٰہ الذی ارسلتُ بہ .(۱۰)

شیخ احمد قسطلانی رقمطراز ہیں کہ امام نووی فرماتے ہیں کہ اس تمثیل میں زمین کی تین نوعیتوں کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ انسانوں کی تین درجہ بندیوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔ زمین کی اقسام ثلاثہ میں سے اول قسم کی زمین جو بارش کے پانی سے سیراب ہوتی، سبزہ اگاتی اور دوسروں کے لئے نفع مند ثابت ہوتی ہے۔

اسی طرح انسانوں کی اول قسم علمی ہدایت سے مستفید ہوتے، دلوں کو زندہ کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں۔ دوسری نوعیت کی زمین خود تو فائدہ مند نہیں ہوتی لیکن پانی کو روکتی اور دوسروں کو متمتع کرتی ہے۔ اسی طرح انسانوں میں سے دوسری نوع وہ ہے جو ذخیرہ علم کو دوسروں کے لئے محفوظ کر لیتے ہیں اور اہل علم اس سے فائدہ مند ہوتے ہیں۔ زمین کی تیسری نوعیت جو نہ فائدہ مند ہوتی ہے اور نہ ہی دوسروں کو فائدہ دیتی ہے۔ اسی طرح انسانوں میں سے تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو نہ تو خود مستفید ہوتے ہیں نہ دوسروں کو فائدہ کے لئے اس کو یاد رکھتے ہیں۔ ان کے الفاظ میں الاول للمنتفع النافع، والثانی للنافع غیر المنتفع والثالث لغیرھما، والاول اشارۃ للعلماء والثانی الی النقلۃ والثالث الی

من لا علم له ولا نقل مراد ہے۔(۱۱)

رسول کریم ﷺ کے زیر ہدایت علم کی ترویج و اشاعت کے لئے عملی اقدامات اٹھائے گئے۔ترغیب وتشویق کے ساتھ علم کو آسان فہم اور مخاطب کی ذہنی استعداد کو مدنظر رکھ کر نصیحت فرمائی گئی تا کہ عملی کاوشیں اپنے حتمی انجام کو پہنچ جائیں۔انہی اقدامات کا نتیجہ تھا کہ کچھ ہی مدت میں صحابہ کرامؓ میں حصول علم کی اہمیت شدت سے اجاگر ہوگئی اور وہ قرآن وحدیث کے جواہر کو اپنے سینوں میں سمو لینے کو ہر دم بے تاب نظر آتے تھے۔دین اسلام نے فرسودہ نظام تہذیب وتمدن کی جگہ نیا نظام عطا فرمایا۔صحرائی زندگی کے خوگر بدوعرب قوم کو شرف انسانیت سے مشرف کرنے کے لئے ان کی ذہنی وفکری اور انفرادی واجتماعی سطح پر ماہیت قلب کر دی۔لوگوں کو اوہام اور شک و ارتیاب کا علاج علم وعرفان اور انتشار کی بجائے عروۃ الوثقی سے وابستگی کی اہمیت متعارف کروائی۔ قرآن حکیم کلامِ رب العالمین ہے بذاتِ خود علوم و معارف کا گنجینہ، آیات بینہ، دلائل اور آدابِ عالیہ کا مرقع ہے۔موعظت وحکمت کا منبع اور اس کا اسلوبِ بیان اچھوتا اور پاکیزہ ہے۔ جو تحریف وتغیر سے تا ابد محفوظ جس میں مرقوم الفاظ تا ابد فضائے بسیط میں گونجتے رہیں گے۔

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ.(۱۲)

اس صحیفہ سماوی نے اسلام کے پیروکاروں کو ایمان و یقین کے جواہر سے مزین کیا۔اس کی ہٹ دھرمی، انتہا پسندی اور اکھڑ پن کا علاج اس طرح فرمایا کہ علم حقیقی نے ان کی زندگیوں کا نقشہ بدل دیا۔انہوں نے فروغِ علوم کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور قابلیتوں کو وقف کر دیا۔ وہ عرب لوگ جو نہ تو طریق جہانبانی سے واقف وآگاہ تھے اور نہ امورِ سیاست سے باخبر، جو انسانی خون کو پانی کی طرح بہانا جانتے تھے۔بے مقصد اور اخلاقی اقدار سے عادی شاعری پر اظہار تفاخر تو کر سکتے تھے مگر تمدن کی اصلاح کے لئے ایک لفظ بھی رقم نہ کر سکتے تھے۔عربی زبان کے امتیاز پر

تو فخر کرتے تھے مگر اس میں کوئی ادبی وسعت پیدا نہ کر سکتے تھے۔ لیکن یہ اعزاز و تفاخر دین اسلام کا ہے کہ تہذیب و معاشرت کی اصلاح کے ساتھ ساتھ علم کی وہ شمع فروزاں ہوئی جس نے حقیقی معنوں میں قلوب و اذہان کو منور کیا اور وہ لوگ علوم و معارف کی میراث کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کے امین بن گئے۔ سید امیر علی رقمطراز ہیں:

"Poetry, oratory and judicial astrology formed the favourite objects of pursuits among the pre-Islamic Arabs. Science and literature possessed novotaries. But the works of the Prophet gave a new impulse to the awakened energies of the race. Even within his life-time was formed the nucleus of an educational institution, which in after years grew into universities at Baghdad and Salerno, at Cairo and Cordova.(13)

اس علمی انقلاب کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

قد ترکتکم علی البیضاء، لیلها کنهارها.(۱۴)

اُمت مسلمہ کے معلم و مربی کے زیرِ نگرانی لوگ ذہنی و فکری اور عملی طور پر مہذب ہو گئے۔ سب ہمہ تن گوش وہ امور سرانجام دینے لگے جو قرآن و حدیث کا مقصود تھا۔ شریعت کے جھنڈے تلے سب مجتمع تھے۔ علم و ادب کی ہر شاخ نورِ اسلام سے مستنیر تھی۔ عہد رسالت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ناخواندگی کم ہوگئی۔ لکھنے پڑھنے کی طرف رغبت و میلان زور پکڑنے میں کامیاب ہوا۔ قرآن و حدیث کے دینی سرچشموں سے اصول احکام کا استخراج شروع ہو گیا۔ غیر منصوص احکامات کے ضمن میں اجتہاد کی اہمیت اجاگر ہوئی۔ عربی زبان کی وسعتیں اور اوصاف آشکار ہونے لگے۔ اسلوبِ بیان اور طرزِ تحریر کی انفرادیت سامنے آئی۔ قرآن حکیم کی فصاحت و بلاغت کے مقابلے میں سب عاجز رہ گئے۔ صحابہ کرام نے ان دونوں سرچشموں سے مستفید ہو کر منفرد حیثیت منوائی، عربی خط کی ترویج و ترقی اور لغوی وسعتیں آنے والے ادوار کے لئے مثالی مقام

حاصل کرنے میں کامیاب ہوئیں۔ خطابت کے علم کو ترقی ہوئی۔ قرآن و حدیث کی تعلیم کی وہ سنجیدہ روایت مستحکم ہوئی جس کی بنا پر وقت کے تقاضوں اور حالات کی مناسبت سے علوم کی نئی شاخیں وجود پذیر ہوئیں۔ خلفائے راشدین کے بعد اموی اور عباسی ادوار میں علوم و معارف کی نشو و ترقی کو بہت سازگار فضا اور ماحول میسر ہوا۔ عہد خلافت راشدہ میں جمع و تدوین قرآنِ حکیم کا سلسلہ پایہ تکمیل کو پہنچا اور کلام پاک قریشی قرأت اور تحریری صورت میں تاقیامت محفوظ کر دیا گیا۔ اس دور میں سیاسی تنازعات کے باوجود انتظامی ڈھانچے کی ترتیب و تشکیل کے ساتھ ساتھ علمی میراث کی منتقلی کے لئے مستحکم علمی روایت پروان چڑھی۔ اور اس اولین دور میں تبلیغ اسلام میں تیز اضافہ کی وجہ سے مساجد سے ملحق مدارس اور مکتب کی پھیلتی ہوئی صورتیں اسی امر کا ثبوت ہیں۔ ''صفہ'' کی اولین درسگاہ نے مدینہ منورہ کی فضاؤں کو علم کی جن نورانی شعاعوں سے مستنیر کیا تھا وہ روایت عہد بہ عہد آگے بڑھتی اور پروان چڑھتی رہی۔

خلفائے راشدین کے بعد اموی دورِ حکومت میں صحابہ کرام بقید حیات تھے۔ اور ان میں سے ہر صحابی ذی وقار اور نورِ علم سے منور تھا اس دور میں عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابوہریرہؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابوسعید الخذریؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عمران بن حصینؓ، ابوسعید الخذریؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عمران بن حصینؓ وغیرھم شامل ہیں۔ ان ذی احترام شخصیات کے علاوہ عروہ بن زبیرؓ، سعید بن میتبؓ، علی بن حسینؓ، نافعؓ، سلیمان بن یسارؓ، عطاء بن ابی رباحؓ، حسن بصریؓ، مجاہد بن جبیرؓ، سعید بن جبیرؓ، امام زہری و ابو اسحٰقؓ، قتادہ، ابراہیم نخعی اور مسروق کا شمار جید علمائے کرام میں ہوتا رہا ہے۔ ان میں مفسرین کرام اور بلند پایہ محدثین بھی شامل تھے۔ جرجی زیدان نے اموی دور کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ ۴۱ھ۔۶۴ھ تک

۲۔ ۶۴ھ۔۱۰۱ھ تک

۳۔ ۱۰۱ھ۔۱۳۲ھ تک (۱۵)

اُموی دور حکومت میں بصرہ و کوفہ علم و ادب کے گہوارے تھے۔عربی صرف و نحو کی بہت ترقی ہوئی۔اس سلسلے میں حضرت علیؓ کا اسم گرامی سرفہرست بیان کیا جاتا ہے علاوہ ازیں ابوالاسود الدؤلی، خلیل بن احمد جنہوں نے علم عروض کی بنیاد رکھی اور کتاب العین لکھی جو لغوی علوم میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ خطابت، مراسلہ نگاری کا سادہ طرز نگارش تکلفات سے مرصع ہوتا گیا۔اس دور میں شرعی علوم پر بھی بنیادی توجہ مبذول رہی۔ چنانچہ علم قرأت میں عاصم ابن النجود، علی بن حمزہ الکسائی، حمزہ بن حبیب الزیات، عبداللہ بن عامر الیحصبی، ابوعمرو بن العلاء اور نافع بن ابی نعیم نامور علماء گذرے ہیں۔(۱۶)

بعد میں قراءات سبعہ انہی کے پیرووں سے منقول ہیں۔علم تفسیر کے علاوہ علم حدیث کے جید علماء میں اوزاعی، ابوعمر عامر الشعبی، عبدالرحمٰن بن عمرو شمار ہوتے تھے۔علم فقہ کے ضمن میں عبدالرحمٰن بن عوف، ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو الدرداء، ابو موسیٰ اشعریؓ کبار صحابہ میں سے تھے۔ اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، ابوبکر بن عبد الرحمٰن، عروہ، سلیمانؒ مشہور فقیہہ گزرے ہیں۔

علم تاریخ میں دو انداز سے کتب تحریر ہوئیں۔ایک مسلمانوں کی تاریخ اور دوسرے مختلف قوموں کی تاریخ، اس ضمن میں سب سے پہلی کتاب عبید بن شریہ نے کتاب الملوک واخبار الماضیین، کے نام سے امیر معاویہؓ کے عہد میں لکھی۔(۱۷)

امام زہری نے عمر بن عبدالعزیزؒ کی فرمائش پر کتاب المغازی تحریر کی۔اس کے علاوہ علوم عقلیہ میں علم کیمیا اور طب کی بنیاد بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔خالد بن یزید نے اس ضمن میں قابل قدر کام کیا۔علم الحساب میں ابوالقاسم المجریطی سرفہرست ہے۔اس کے علاوہ ابن السمح، ابو الحسن الزہراوی، کرمانی، ابن خلدون، ابن الخیاط، محمد بن عبدون بڑے علما میں شمار ہوتے تھے، طب و ادویہ سازی میں الکتانی، الزہراوی، ابن ابان، محمد بن فتح طملان، یحیٰی بن اسحاق، ابن الہیثم، ابن

جلجل اور ابن خیاط کے نام قابل ذکر ہیں۔علوم کی مختلف شاخوں میں مسلمان علمائے کرام کی علمی سرگرمیاں اس امر کا ثبوت فراہم کرتی ہیں کہ منہج و انداز میں تبدیلی کے باوجود اموی دور خلافت علوم و معارف کی میراث کو عہد بہ عہد اور نسل در نسل آگے منتقل کرنے میں پیچھے نہیں رہا۔ اور عہد رسالت سے شروع ہونے والی تعلیمی روایت روز افزوں رہی۔

اُموی خلافت کے بعد عباسی خلافت بھی علمی ترقی کے تناظر میں نمایاں اختصاصات کی حامل ہے۔ جرجی زیدان نے اس دور کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

عصر اول: ۱۳۲ھ۔۲۳۲ھء

دولت عباسیہ کے آغاز سے خلافت متوکل تک

عصر ثانی: ۲۳۲ھ۔۳۳۴ھ

خلافت متوکل سے الدولة البویہہ تک

عصر ثالث: ۳۳۴ھ۔۴۴۷ھ

دولت بویہہ کے استقرار سے بغداد میں دخول سلاجقہ تک

عصر رابع: سقوط بغداد ۶۶۶ھ تک (۱۸)

دخول سلاجقہ سے تاتاریوں کے ہاتھوں

علوم نقلیہ کے سلسلے میں علم حدیث میں سفیان بن عیینہ، سلمان فارسی، الواقدی، ابن جریج وغیرہ کے نام معروف ہیں، جبکہ فقہی سرگرمیوں کی ارتقا کے ضمن میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل سرگرم عمل تھے۔ ان علمائے کرام کے شاگردوں میں امام یوسف، امام محمد کے علاوہ دیگر فقہائے کرام مذہبی احکامات کے استنباط و استخراج کی کاوشوں میں سرگرم عمل رہے۔ تاریخ کے شعبے میں ابن سعد، ابن ہشام اور ابن اسحاق معروف اسما میں سے ہیں۔ جبکہ البلاذری، الاذرقی، یعقوبی، اور الطبری نے بھی شہرت کی بلندیوں تک رسائی حاصل کی۔ ریاضی،

جغرافیہ، طب اور ادب کے میدانوں میں بھی مسلمان اپنی تعلیمی کاوشوں میں معروف ہوئے۔ عباسی دور کے اختتام تک کا جائزہ ہمیں یہ حقیقت تسلیم کرنے میں مدد دیتا ہے کہ مدینہ منورہ میں جس علمی تحریک کا آغاز ہوا تھا اس کے برگ وثمر سلطنت اسلامیہ کی حدود وسیع ہونے کے ساتھ دور دور تک پھیلے۔ علم ومعرفت جو رسول کریم ﷺ کی سرپرستی میں الوہی رشد وہدایت کے تابع اپنی ابتدائی صورت میں پروان چڑھی وہ وقت گذرنے کے ساتھ عروج کی طرف مائل بہ سفر رہی۔ علوم ومعارف صرف قرآن حکیم اور علم حدیث تک ہی محدود نہ رہے بلکہ انہی کے دامن سے نئے علوم کی شاخیں جڑ پکڑنے اور علمی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے پروان چڑھیں اور تحقیقی کاوشیں وجود پذیر ہوئیں۔ سائنس کے علاوہ علم فلسفہ کی تحریک بھی خاص ماحول کی پیداوار تھی۔ پروفیسر محمد شریف رقمطراز ہیں کہ فلسفہ کے میدان میں ان کے بعض کارنامے بے حد غیر معمولی اور نہایت عظیم ہیں۔ یہ لوگ فکر ہندی سے بخوبی واقف تھے۔ فکر یونانی میں انہیں تبحر تام حاصل تھا۔ اور خود ان کے تفکر میں گہرائی اور وسعت تھی۔ انہیں فلسفہ کے انہی مسائل سے سابقہ پڑا تھا جو ہر زمانے کے فلاسفہ کو پیش آتے رہے ہیں۔ اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ انہوں نے ان مسائل کے جو حل دریافت کئے تھے وہ اتنے ہی نا تمام تھے جتنے کہ کسی اور زمانے کی قوم کے دریافت کردہ حل۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے حل سے اپنے زمانے یعنی عہد وسطیٰ کو مطمئن کر دیا تھا۔ فکر مزید کی راہیں ہموار کر دی تھیں اور یورپی احیاء کے سامان بہم پہنچا دیئے تھے۔ سچ پوچھو تو یہی سب سے بڑی وجہ ہے جو انہیں فلسفے کی دنیا میں اوج شہرت کا حقدار بنا دیتی ہے۔ (۱۹)

فلسفہ کے علاوہ علم سائنس کے لئے بھی اس دور کے مسلمان علمائے کرام کی خدمات نمایاں امتیاز رکھتی ہیں۔ سائنس کے مختلف علوم میں ایسی ایسی ایجادات منصۂ شہود پر آئیں کہ آج تک اپنے اس ورثہ کی عظمت پر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ یہ مسلمانوں کا ہی ادا کردہ کردار تھا کہ

یورپ کے باسیوں نے مسلمانوں کی میراث سے استفادہ کر کے آگے قدم بڑھائے۔ بارہویں صدی عیسوی تک کا دور تعلیم و تعلم کے حوالے سے اسلامی عظمت و جلال کا دور تھا۔ آرنلڈ گیلیوم کا کہنا ہے کہ اگر مسیحی یورپ کے اس وقت کے جغرافیائی اور سیاسی حالات کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ حقیقتاً وہ عظیم اسلامی سلطنت پر کس قدر انحصار کرتے تھے۔(۲۰)

اسلام کی علمی تحریک کے یہ برگ و ثمر اس وقت ظہور پذیر ہو چکے تھے جبکہ یورپ اور موجودہ دور کے متمدن ممالک ابھی خواب غفلت سے بیدار بھی نہ ہو پائے تھے۔ یورپی اقوام نے مسلمانوں کی علمی میراث سے مستفید ہوتے ہوئے آگے قدم بڑھائے اور ہر چیز کا سہرا اپنے سر پر سجا لیا۔ بریفالٹ نے بھی مسلمانوں کی سائنسی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یورپی نشو و ارتقا کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جہاں اسلامی تہذیب و ثقافت کے فیصلہ کن اثرات محسوس نہ کیے جاسکیں۔(۲۱)

ڈی لیسی اولیری بھی مسلمانوں کی ہمہ جہتی کاوشوں اور ان کے علمی امتیازات کو تسلیم کرتا ہے کہ عرب مسلمانوں نے جو علوم دوسروں سے اخذ بھی کیے تو ان کو حقیقی معنوں میں ترقی کی طرف گامزن کیا اور ان میں وسعت و گہرائی پیدا کی۔ اور پرانے مندرجات علمی میں تصحیح بھی کی۔(۲۲)

مظفر الدین ندوی کے الفاظ میں مسلمان مفکرین کی ان ادبی ، سائنسی اور فلسفیانہ سرگرمیوں کے پیچھے مذہب کی وہ قوت تھی جس کے وہ پیروکار تھے۔ اصلاح کے لحاظ سے بھی اسلام سلامتی اور نیک خواہشات کا مذہب ہے۔ یہ سب سے رواداری اور عدم دشمنی کا علمبردار ہے۔ اس مذہب کے اندر ارتقا اور ترقی کے رجحانات موجود ہیں اور یہ اپنے دائرہِ کار میں رہتے ہوئے تمام علوم کا خیر مقدم کرتا ہے۔ اس کا نقطہ نظر یہ ہے کہ تمام علم خواہ وہ فرد سے متعلق ہوں یا کائنات سے، بنیادی طور پر ایک ہیں۔(۲۳)

مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں مختلف علوم کی کتب کے مختلف زبانوں سے تراجم بھی کئے۔ انہوں نے ان کتابوں کے تراجم سے اپنی قابلیت کو نہ صرف تسلیم کروایا بلکہ ساتھ ہی یہ ثابت کردیا کہ عربی زبان میں اس قدر وسعت اور پھیلاؤ موجود ہے کہ وہ غیر زبانوں کے الفاظ کا نعم البدل مہیا کر سکے۔

ڈی لیسی اولیری اس ضمن میں تراجم کے سلسلے کو ہارون رشید کے دور میں جعفر برمکی کی سرپرستی کے ساتھ منسوب کرتا ہے۔ محمد شریف بریفالٹ کے حوالے سے مسلمانوں کے کارہائے نمایاں کے تذکرہ کے ضمن میں رقمطراز ہے کہ راجر بیکن نے عربوں سے سائنس سیکھی تھی۔ راجر بیکن اور اس کے بعد کے کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ تجربی طریق کی ترویج کا سہرا اس کے سر باندھا جائے۔ راجر بیکن کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ وہ مسیحی یورپ میں مسلم سائنس کا مقلد اور مبلغ تھا اور وہ یہ اعلان کرنے سے کبھی نہ ہچکچایا کہ اس کے ہم عصروں کے لئے حقیقی علم تک رسائی حاصل کرنے کے لئے عربی سائنس سے واقفیت پیدا کرنے کے بارے میں جو مباحث ہیں وہ ان غلط بیانیوں کا ایک جزو ہیں جو یورپی تمدن کی شروعات کے بارے میں تراشی گئیں۔ (۲۴)

سائنسی نشو و ارتقا میں مسلمانوں کے کارہائے نمایاں کے ضمن میں تمام کریڈٹ اسلام کی علمی تحریک کے اس لائحہ عمل کو جاتا ہے جس کی بنیادی شق یہ ہے کہ کسی بھی اصول کو ٹھوس اور مضبوط بنیادوں پر مبنی ہونا چاہئے۔ جس میں کبھی تزلزل نہ آسکے۔ لیکن فروعات کو وقتی حالات پر چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ عصری تقاضے بدلتے رہتے ہیں۔ عہد رسالت اور عہد خلفائے راشدین میں اجتہاد کے ذریعے مسائل کے حل دریافت کئے گئے۔ مسلمانوں کو جو عروج نصیب ہوا اس کا اعتراف غیر متعصب مغربی مفکرین نے برملا کیا۔ علوم وفنون میں مسلمانوں نے جو اضافے کئے، اور خوابیدہ یورپ کو بیدار کرنے میں مسلمان علما اور آئمہ کرام نے کارہائے نمایاں انجام دیئے، انہیں کوئی بھی فراموش نہیں کرسکتا۔ اگرچہ ان میں سے متعصب مفکرین احسان فراموشی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ تاہم حقائق اپنی جگہ موجود ہیں۔

اس علمی عروج کے بعد امت مسلمہ انتشار و افتراق کا شکار ہوئی۔ سیاسی سازشوں نے اسلامی سلطنت کے استحکام پر کاری ضربیں لگائیں اور مسلمانوں کی سلطنت ٹکڑوں میں منقسم ہو گئی جن میں سے اکثر و بیشتر پر انگریزوں کا اثر و رسوخ قائم ہو گیا۔ چنانچہ مسلمانوں کے پسماندہ رکھنے کی مذموم کوششوں کا آغاز ہوا اور باقاعدہ حکمت عملی کے تحت ان کو علمی بلکہ دینی تمسک سے دور رکھنے کی بھی کوششیں کی گئیں تاکہ انہیں ان کے قیمتی ورثہ سے بیگانہ بنا کر ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یورپی اقوام اپنے ان مذموم مقاصد میں کافی حد تک کامیاب رہیں۔

دین اسلام نے حصول علم کی جو رغبت دلائی تھی اس کی ترغیب وتشویق آج بھی موجود ہے۔ لیکن حصول تعلیم کا نظام جن خطوط پر استوار ہے وہ ان اقدار سے مختلف ہے جن کو پروان چڑھا کر ہمارے اسلاف نے عروج اور ترقی حاصل کی تھی۔ آج مسلمان فکری اعتبار سے مغربی تہذیب وتمدن کے اس حد تک پرستار ہو چکے ہیں کہ وہ علم بھی صرف وہی حاصل کرنا چاہتے ہیں جس پر یورپ اور مغرب کی سند ہو۔ اس نقطہ نظر کا باعث اہل مغرب کے پروپیگنڈا سے وجود پزیر ہونے والا احساس کمتری ہے۔ جس کی بنا پر مسجد ومکتب سے اس کا رشتہ توڑ کر ان کے تابناک ماضی سے کاٹنے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا حال بے مقصد دکھائی دیتا ہے۔ حصول علم کی تگ ودو اور کاوشیں تو ہر جگہ جاری وساری ہیں مگر واضح نصب العین کا فقدان ایک بہت بڑی کمزوری اور خامی ہے۔ ذرا سا حرص اور لالچ ان کا دین سے رابطہ کمزور کرنے کے لئے اہم محرک بن جاتا ہے۔ اس کمزوری کو دور کرنے کا واحد حل یہی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جو مربیانہ اصول مرحمت فرمائے تھے ان پر عمل پیرا ہو کر مسجد کے ادارہ کے صحیح احیا پر توجہ مرکوز کی جائے۔ مسجد ومکتب کے اشتراک سے وہ دینی ماحول پروان چڑھے گا جس میں علوم وفنون اسلامی خدوخال کو واضح کرتے ہوئے منصۂ شہود پر آسکیں گے۔ مشیت الٰہیہ کے تابع پروان چڑھنے والے علوم ومعارف

مسلمانوں کی معاشرت اور تہذیب و ثقافت کو بھی مضبوط و مستحکم کرنے کا باعث بنیں گے۔ قرآن حکیم اور احادیث نبوی سے صحیح رہنمائی حاصل کرنے میں ہی فوز و فلاح مضمر ہے۔ ''حبل اللہ'' کو مضبوطی سے پکڑنا از بس لازم ہے جس کا حکم اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اعتصام بحبل اللہ سے ہی تمام تر تبدیلی کا عمل وجود پزیر ہوسکتا ہے۔ وہ علمی سیادت نصیب ہوسکتی ہے جو مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھا۔

☆☆☆☆☆

حواشی

۱۔ العلق ۹۶:۱۔۵

۲۔ الجمعۃ ۶۲:۲، مماثل مضمون البقرۃ ۲:۱۵۱ میں بھی مذکور ہے۔

۳۔ البقرۃ ۲:۳۱

۴۔ الادب المفرد، باب الدال علی الخیر، رقم الحدیث: ۲۴۲، ص: ۸۲؛ و مسلم، الجامع، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی، رقم الحدیث: ۴۸۹۹، ص: ۴۸۴

۵۔ سنن الدارمی، المقدمۃ، باب فی فضل العلم والعالم، رقم الحدیث: ۱۵/۳۴۰، ص: ۱۱۳

۶۔ ایضا حوالہ مذکور، باب من قال: العلم الخشیۃ، رقم الحدیث: ۱/۲۹۳، ص: ۱۰۴

۷۔ فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری، پارہ اول، ص: ۲۳۴

۸۔ صحیح ابن حبان، کتاب العلم، ذکر وصف العلماء، رقم الحدیث: ۸۸، ص: ۵۱

۹۔ سنن الدارمی، المقدمۃ، باب فی فضل العلم والعالم، رقم الحدیث: ۲۸/۳۵۳، ص: ۱۱۷

۱۰۔ بخاری کتاب العلم، باب فضل من علم وعلم، رقم الحدیث: ۷۹، ص: ۱۹

۱۱۔ جواھر البخاری، ص: ۷۶

۱۲۔ حم السجدۃ ۴۱:۴۲

13- The Spirit of Islam, pp: 361-362-

۱۴۔ سنن ابن ماجۃ، المقدمۃ، باب اتباع السنۃ الخلفاء، رقم الحدیث: ۴۳، ص: ۷

۱۵۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، ۱/۲۴۱

۱۶۔ ایضاً حوالہ مذکور، ۱/۲۱۱

۱۷۔ تاریخ ادب عربی، ص: ۲۳۳

۱۸۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، ۱/۳۱۷

۱۹۔ مسلمانوں کے افکار، ص: ۸۲

20- The Legacy of Islam, 9.80

21- The Making of Humanity, p:190

22- How Greek Sciences passed to the Arabs, p:4

23- Muslim thought and its source, p.1

۲۴۔ مسلمانوں کے افکار، ص: ۸۰

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم، مترجم مولانا محمود الحسن، مدینۃ منورۃ (سعودی عرب) شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹م۔

۲۔ احمد حسن الزیات: تاریخ ادب عربی۔ لاہور: غلام علی اینڈ سنز۔ ۱۹۶۱ء

۳۔ البخاری، محمد بن اسماعیل: صحیح البخاری۔ الریاض: دار السلام، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹م۔

۴۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الامام، الادب المفرد، بیروت (لبنان) دار الکتب العلمیۃ س۔ن۔

۵۔ جرجی، زیدان: تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ۔ بیروت (لبنان) منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ س۔ن۔

۶۔ ابن حبان، محمد، ابوحاتم: سنن الدارمی۔ بیروت (لبنان): بیت الافکار الدولیۃ، ۲۰۰۴ م۔

۷۔ الدارمی ، ابو محمد عبداللہ، محمد بن یزید۔ القزوینی: سنن ابن ماجۃ۔ الریاض: مکتبۃ دارالسلام، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹م۔

۹۔ محمد شریف، میاں: مسلمانوں کے افکار۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء۔

۱۰۔ محمود احمد رضوی: فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری۔ لاہور: مکتبہ رضوان، س۔ن۔

۱۱۔ المسلم، ابو الحسین بن حجاج القشیری: صحیح مسلم۔ الریاض: مکتبۃ دار الاسلام، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰م۔

۱۲۔ مصطفیٰ محمد عمارہ: جواہر البخاری۔ مصر: مکتبۃ التجاریۃ الکبری۔ س۔ن۔

13- Amir Ali, Syed: The Spirit of Islam. London: University Paper Backs, 1967

14- Arnold, Guillume: The Legacy of Islam. London: Oxford University Press. 1931

15- Delacy, O;leary: How Greek sciences passed to the Arabs. London: Routledge + Kegan Paul ltd, 1948.

16- Muhammad Jaffer, Pulwari: The Holy Quran at a Glance. Lahore: Holy Quran Society. 1961.

17- Muzaffar-uddin Nadvi: Muslim Thought Its Source. Lahore : Sh-Mohammad Ashraf. 1953

18- Robert Briffault: The Making of Humanity. London: George Allen Unwin. 1919